© rasailojaraid.com

ابوحیان توحیدی

حیات وخدمات کا ایک تحقیقی جائزہ

(۴)

جناب محمد سمیع اختر فلاحی ایم، اے شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ

علمی کارنامے۔

علم نحو: "کان اماماً فی النحو واللغۃ والتصوف، فقیھاً مورخاً"
"وہ علم نحو، لغت اور تصوف کا امام تھا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ فقیہہ اور مؤرخ بھی تھا"

اس نے علم کے ہر میدان میں اپنا ایک منفرد اور مستقل مقام پیدا کیا۔ اور ہر میدان میں اپنی اعلیٰ صلاحیت، قابلیت اور قدرت کا لوہا تسلیم کروالیا۔ مختلف وقیع علوم میں اپنے فنی کمالات کے جوہر دکھائے۔

علم نحو ایک ایسا علم ہے جس کے بنیادی اصولوں اور فروعی اقسام سے پوری طرح واقف ہوئے بغیر کوئی شخص عربی زبان وادب میں پوری عبارت حاصل نہیں کرسکتا اور نہ ہی ایک صاحب طرز ادیب اور ناقد بن سکتا ہے۔ لہٰذا ایک ادیب کے لیے سب سے پہلے نحوی اصول وضوابط اور صرفی قواعد واصطلاحات سے مکمل آگہی ناگزیر ہے۔ امام سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ میں ابوحیان توحیدی کو علم نحو کے اہم ستونوں میں سے ایک ستون قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

توحیدی نے ابو سعید سیرافی جیسے یکتائے روزگار نحوی سے علم نحو کا درس لیا جو اپنے وقت کے امام نحو تھے۔ توحیدی نے ان کی تین ہزار صفحات پر مشتمل "الکتاب" کی شرح کا مطالعہ کیا۔ اس کے ساتھ یونس کی کتاب "اللغات" کا مطالعہ بھی کیا۔ علی بن عیسیٰ الرمانی النحوی سے بھی مختلف نحوی مسائل پر بحث ومباحثہ کرتے۔ ابوحیان کی تصنیفات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے زمانے کے سارے نحویوں سے واقف تھا اور نحو کے نہایت باریک اور دقیق مسائل پر بھی اس کی نظر تھی جو کسی نحوی کے لیے وجہ امتیاز ہو سکتا ہے۔ وہ اپنے زمانے کے مخالف وموافق دونوں ہی مکاتیب فکر کے نظریات سے بخوبی واقف تھا۔ اس کے ابتدائی دور کی تصنیفات خاص طور سے "البصائر والذخائر" "الامتاع والمواخنۃ" میں بہت سارے نحوی مسائل پر تفصیلی گفتگو موجود ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ نحو اور منطق کے درمیان فرق صرف اتنا ہے کہ نحو کا تعلق فطرت وطبیعت سے ہے جب کہ منطق کا عقل وخرد سے "المقابسات" میں تین فصلوں کے اندر زمان ومکان کے اعتبار سے نحو ومنطق کی ترقیات اور اس میں رونما ہونے والے تغیرات اور اسی طرح کے دیگر نحوی مسائل پر فلسفیانہ انداز میں مدلل گفتگو کی ہے اور اس نے تفصیل سے بتایا ہے کہ حرکتوں کی تبدیلی سے معانی کیونکر تبدیل ہو جایا کرتے ہیں اور نحوی اصول وقواعد سے عدم واقفیت کی صورت میں انسان کس طرح معانی ومفہوم کو سمجھنے میں غلطیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس نے وقت کے بڑے ادیبوں پر نحو وصرف کی کمزوری کا الزام لگایا ہے۔ اس نے ابو اسحاق صابی، ابن عباد اور ابن عمید پر علم نحو سے بخوبی واقف نہ ہونے پر لعن طعن کیا ہے۔ چنانچہ ابوحیان توحیدی کا شمار اس دور کے نحو ولغت کے علماء میں ہوتا تھا۔ اس نے الگ سے نحو پر کوئی کتاب تو نہیں تصنیف کی بلکہ زیادہ تر نحوی مسائل کا تذکرہ علم وفلسفہ اور کلام کے ضمن میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ملتا ہے۔ اگر ان متفرق چیزوں کو ایک جگہ یکجا کر دیا جائے تو نحو کی ایک ضخیم کتاب بن سکتی ہے۔ اس نے بصائر میں، فعل، اقسام فعل، علامت رفع، نصاب جر، اقسام اسم اور صفت وغیرہ سے بحث کی ہے[42]۔

علم کلام و فلسفہ: یاقوت حموی، السبکی، ابن حجر العسقلانی اور دیگر مؤرخین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ابوحیان توحیدی اپنے وقت کا ماہر متکلم و فلسفی تھا۔ اس کی تصنیفات میں نہ صرف یہ کہ علم کلام و فلسفہ کے مباحث کی تفصیل ملتی ہے بلکہ اس نے اپنے عہد کے بڑے متکلمین پر تنقید بھی کی ہے اور ان کا مذاق بھی اڑایا ہے جس سے علم فلسفہ و کلام میں اس کی بصارت و بصیرت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ علم کلام کے اندر لیاقت و مہارت کا پیدا ہونا فطری بات ہے کیونکہ اس نے ابوسلیمان المنطقی، ابواسحاق النصیبی جیسے وقت کے بلند پایہ فلاسفہ کی خدمت میں زانوئے تلمذ تہ کیا تھا۔ ابوحیان کا خیال تھا کہ ہر چیز کی اصل حقیقت و ماہیت جاننے کے لیے ضروری ہے کہ اس مسئلے پر فلسفیانہ و منطقیانہ انداز میں گفتگو کی جائے۔ مگر اس کے ساتھ اس کا یہ بھی خیال تھا کہ دینی و مذہبی مسائل میں فلسفے کی بنیاد پر غور و فکر کا نتیجہ شک و شبہ میں مزید اضافہ، اور اختلاف و انتشار کو ہوا دینے کے بجائے اور کچھ نہیں نکلتا[44]۔ اس نے اشعری، معتزلی، امامی اور دیگر متکلمین کے گمراہ کن فلسفیانہ تاویلات کی تردید کی وہ ایسے لوگوں کا سخت مخالف تھا جو دین کے بنیادی اصول و کلیات کو علم کلام کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتے تھے۔ اس کا کہنا تھا کہ علم کلام و فلسفہ کے مباحث الگ ہیں اور دینی اصول و کلیات اور مذہبی عقائد و تعلیمات علیحدہ۔ دین و شریعت کو فلسفے کا موضوع نہیں بنایا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تحریک اخوان الصفا کا بھی مخالف تھا کیونکہ یہ لوگ فلسفہ و شریعت کو ایک دوسرے کا معاون و مددگار بتاتے تھے[45]۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس فلسفہ وعلم کلام کے درمیان فرق کیا ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ فلسفہ کا شریعت سے اور شریعت کا فلسفہ سے کوئی تعلق نہیں دونوں کے مباحث و معانی اور موضوعات ومضامین جداگانہ ہیں۔ چنانچہ وہ کہتا تھا کہ اگر علم کلام کی بنیادوں پر شریعت کی توضیح وتشریح کی گئی تو شریعت کا ایک تہائی حصہ ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ شریعت کی بنیاد تو حسن ظن، اخلاص ویقین اور غیب پر ایمان میں ہے۔ اور جس کسی نے شرعی امور کو عقل کی کسوٹی پر کسنا شروع کیا اور قیاس ورائے کو اصل بنیاد بنا لیا تو اس نے پریشانیوں اور مصیبتوں کو اپنے سر مول لے لیا۔ اس نے شرعی موضوعات کو چھوڑتے ہوئے علم کلام سے متعلق مسائل پر اظہار خیال کیا اپنے زمانے کے مشہور متکلمین سے مناظرے بھی کئے لیکن اس نے علم کلام کو کبھی صحیح راستہ اور ہدایت کی دلیل تصور نہیں کیا۔ ماہر متکلمین وفلاسفہ سے علمی مناظرے علم کلام میں اس کی مکمل دسترس کی دلیل ہیں۔

تصوف وطریقت: ابوحیان توحیدی کی سیرت اور ان کی ادبی خدمات کا مطالعہ کرنے والا شخص تصوف وطریقت کے میدان میں اُس کی نمایاں سرگرمیوں سے صرف نظر نہیں کر سکتا۔ اس کی زندگی کے بیشتر حصوں پر تصوف کی چھاپ نظر آتی ہے۔ اسی طرح اس کی ادبی خدمات، تحقیقی تصنیفات و علمی تالیفات میں بھی تصوف کا رنگ صاف جھلکتا ہے۔ بیشتر ترجمہ نگاروں نے اس کے وصف کو سب سے زیادہ نمایاں طور پر پیش کیا ہے اور بعض سوانح نگاروں نے تو اس کے مختلف صفات میں سے صرف اسی ایک صفت کے بیان پر اکتفا کیا ہے۔ یاقوت حموی نے "معجم الادباء" اور السبکی نے "طبقات الشافعیہ" میں اس کو شیخ طریقت اور امام صوفیاء کے نام سے پکارا ہے۔ "شیراز نامہ" اور "شد الازار" میں تو ابوحیان کو شیراز کے چند سرکردہ صوفیوں میں شمار کیا گیا ہے۔ اس کے رفقاء کی اکثریت فقراء و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسائین اور دنیوی لذات وتعیشات سے کنارہ کش رہنے والے افراد کی تھی۔
ابن سعدون، جعفر بن حنظلہ، ابن السراج، ابن الجلاء، ابوزید المروزی وغیرہ کا تعلق
وقت تو تصوف کے میدان سے تھا۔ اور یہ سب کے سب اُس کے قریبی دوستوں
میں تھے۔ اس کے اساتذہ میں سے ابوسعید السیرافی، ابوسلیمان المنطقی اور یحییٰ
بن عدی وغیرہ کا شمار بھی کبار صوفیاء میں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی زندگی
کے زیادہ حصے پر تصوف کا رنگ نمایاں ہے۔ اگر ابوحیان توحیدی نے زندگی کے
چند لمحات وزراء وحکام کے آستانوں پر دستک دینے، ان کے درباروں کا چکر
کاٹنے میں نہ گزارا ہوتا، عوام وخواص کو اپنی نقد وتنقید کا نشانہ نہ بنایا ہوتا۔
ان کی ہجو اور برائیاں بیان کرنے سے باز رہا ہوتا اور اپنی تالیفات وکتابوں
میں بعض فحش اور سوقیانہ چیزوں کو داخل نہ کیا ہوتا تو لوگ اسے بالاتفاق صوفیاء
کا امام تصور کرتے۔ یہی وہ چند چیزیں ہیں جو اس کے نفس کی صفائی، اخلاق کی
بلندی، طلب آخرت کے سلسلے میں اخلاص کو مشتبہ بناتی ہیں۔ تصوف کے
سلسلے میں اس کا کوئی خاص مکتبۂ فکر نہ تھا اور نہ ہی اس نے کسی جدید مکتبۂ فکر
کو ایجاد کیا۔ بلکہ اس نے تمام ہی طریقوں کا مطالعہ کیا اور ان میں بہتر طریقے کو
سراہا اور اس کی اتباع کی۔ ابوحیان نے تصوف کے مختلف موضوعات پر کتابیں
لکھیں اور زندگی کے آخری ایام تک فلسفیانہ اندازیوں کی تصنیفات کی جمع
ترتیب میں مشغول رہا۔

ادبی مقام: کوئی بھی بہترین ادب دو طرح کے جذبات سے خالی نہیں
ہوسکتا یا تو اس کے اندر الفت ومحبت کے جذبات ہوں
گے یا پھر نفرت وحسد کے احساسات کی آمیزش ہوگی۔ عربی زبان وادب کی تاریخ
کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ معلوم ہوگا کہ کوئی ایک شاعر، خطیب، مصنف یا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انشاء پرداز ایسا نہیں گذرا جس کے افکار و خیالات اور تصنیفات و تخلیقات میں دوستی و الفت اور عشق و محبت کی گرمی یا کینہ و حسد اور بغض و نفرت کے شعلے موجود نہ رہے ہوں۔ کسی فنکار کے اندر اس طرح کے مثبت یا منفی جذبات تعمیری یا تخریبی خیالات کے رونما ہونے میں گردوپیش کے ماحول اور خود اس کے ذاتی حالات و کوائف کا بہت بڑا ہاتھ رہا ہے۔ اگر فنکار ذہنی اعتبار سے مطمئن و پرسکون، مالی اعتبار سے خوشحال و فارغ البال اور کسی طرح کے رنج و الم، فکر و غم یا اضطراب و بے چینی کا شکار نہیں ہے تو ظاہر ہے اس کی تخلیقات میں تعمیری رجحان اور خوشی و مسرت کے جذبات کا اظہار ہوگا۔ لیکن اگر اس کے برخلاف اگر وہ ذہنی طور پر مضطرب و پریشان اور معاشی طور پر بدحال ہے تو اس ذہنی کرب اور معاشی بحران کی جھلک کا اس کی تخلیقات میں ظاہر ہونا ایک فطری امر ہے۔

ابوحیان توحیدی کا تعلق ادبا و انشاء پردازوں کے اس دوسرے زمرے سے ہے کہ وہ سراپا فقر و فاقہ اور کلفت و مصیبت کی پیداوار تھا۔ اصحاب اقتدار اور اہل ثروت و دولت کی طرف سے مسلسل بے اعتنائیوں نے اس کے اندر باغیانہ ذہنیت پیدا کر دی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی ادبی تخلیقات کے اندر امراء و سلاطین کے خلاف غیظ و غضب اور بغض و نفرت کا ایک سیلاب نظر آتا ہے۔ اس کی تحریروں میں فقر و غنا، امارت و غربت اور نعمت و نقمت کی صحیح عکاسی ملتی ہے۔ ابوحیان توحیدی کی تحریروں کی نمایاں خصوصیت دنیا و اہل دنیا کے خلاف بغض و کینے کا اظہار ہے۔ عہد شباب میں ابن عمید اور صاحب بن عباد وغیرہ کی سخاوتوں کی حکایات سن کر دنیوی عیش و آرام اور مزید مال و دولت کے حصول کی امید میں ان کے آستانے پر قسمت آزمائی کی۔ لیکن یہاں اس کے آرزوؤں کی تسکین اور تمناؤں کی تکمیل کے بجائے اس کے جذبات کو شدید ٹھیس پہنچی، اس کی انا و خودداری کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طرح مجروح ہوئی۔ اسی طرح بعد کی زندگی میں بھی مسلسل ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑا جس نے اس کے خیالات کو مضمحل اور افکار کو پیچیدہ بنا دیا تھا۔ ڈاکٹر زکی مبارک کا خیال ہے کہ ابوحیان توحیدی نے ادب کو حصول رزق کے مختلف ذرائع میں سے ایک ذریعہ تصور کر لیا تھا۔ اس نے پوری زندگی حصول رزق کے تگ و دو میں لگا دی۔ یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں نے اس کی قدر افزائی کی اور اسے مال و دولت سے نوازا۔ اس نے بھی اس احسان کے بدلے میں اُن کی خوب خوب تعریف کی، ان کی شان میں مدحیہ قصائد تحریر کیے۔ اور جن لوگوں نے اس کی عدم توقیری کی اور اسے انعام و اکرام سے نہیں نوازا تو پھر ان کے خلاف اپنے دل میں بغض و نفرت کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کو باہر نکلنے سے نہ روک سکا۔

وہ آرام زندگی سے کافی پریشان نظر آتا ہے تصنیفات میں زمانے کی ستم ظریفیوں کا شکوہ کرتا ہے اور رسائل و خطوط میں اپنی محرومیوں کا رونا روتا ہے اس کی تمام ہی تحریروں میں یاس و قنوطیت اور شکوۂ زمانہ کا پہلو غالب ہے۔ اس کے مصائب و پریشانیوں کی داستان اس قدر طویل ہے کہ یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ کوئی زمانہ ایسا بھی رہا ہوگا جب کہ وہ فارغ البال اور خوشحال رہا ہوگا دوستوں کی رفاقت ملی ہو اور اعزہ و اقربا کے خلوص و محبت سے لطف اندوز ہوا ہو۔ اسی طرح "کتاب المحاضرات" کے اندر ابوحیان نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ "میں اور نصیبی دونوں نے مل کر ایک صاحب ثروت سے ملاقات کا فیصلہ کیا جس کے جود و سخاوت کا شہرہ تھا کہ اُس نے آج تک کسی سائل کو اپنے در سے خالی ہاتھ واپس نہیں کیا۔ اور صاحب علم و فن حضرات کا قدر دان اور ان پر کچھ زیادہ ہی مہربان ہے۔ ابوحیان کا کہنا ہے کہ مسلسل پندرہ مرتبہ گھر کا چکر لگانے کے بعد کہیں جا کر اس سے ملاقات کا نمبر آیا۔ لیکن نصیبی نے تھک کر میرا ساتھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دینے سے انکار کر دیا۔

یہ تو اس کی ادبی سرگرمیوں کی معمولی جھلک تھی جس سے کسی حد تک اس کے بلند عالی اور مخصوص ادبی مقام کو سمجھنے میں کافی مدد مل سکتی ہے۔ ابوحیان توحیدی کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ اس نے علم و ادب کے مختلف موضوعات پر بے شمار کتابیں تصنیف کیں اور ان سب میں زبان و بیان کے فنی محاسن اور ادب کی اعلیٰ ترین خوبیوں کو بہت حد تک بڑی کامیابی کے ساتھ برتا۔ مثال کے طور پر ابوحیان کی یہ عبارت میں نے شاعر الخوارزمی کو کہتے ہوئے سنا۔

اللهم انفق مسوق الوفاء فقد کسدت واصلح قلوب الناس فقد فسدت، ولا تمتنی حتی تبور الجهل کما بار العقل، ویموت النقص کما مات العلم، تو میں نے کہا "اللهم اسمع واستجب" فقد برح الخفاء وغلب الجفاء، وطال الانتظار، ودوقع الیاس ومرض الامل، واستفی الرجاء"۔ ۴۳؎

علم و ادب کے میدان میں اس کے بلندیِ مقام کو ثابت کرنے کے لیے اس امر کی طرف اشارہ کرنا کافی ہوگا کہ اس کا تعلق، اخوان الصفا سے بھی تھا جو چوتھی صدی ہجری کی سب سے بڑی علمی و ادبی تحریک تھی۔ لیکن چونکہ یہ تحریک امراء وسلاطین کی نظر میں نہایت معیوب و ناپسندیدہ تھی اس لیے اس کے تمام امور صیغۂ راز میں رکھے جاتے، وہ اور اسی طرح اس تحریک کے مبلغین و دعاۃ بھی عوام و خواص کی نظروں سے پوشیدہ تھے۔ رسائل اخوان الصفا کی علمی و ادبی حیثیت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ یہ رسائل عربی ادب و ثقافت، فلسفہ و کلام، تصوف و طریقت، طب و سائنس اور سیاست و حکومت کے مختلف موضوعات سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان رسائل کے مصنفین اور مؤلفین کے بارے میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوئی قطعی تاریخی ثبوت نہیں ملتا، لیکن مؤرخین کا خیال ہے کہ ابوحیان کا تعلق مصنفین کے اس زمرے سے تھا۔

چوتھی صدی ہجری کی نثری خصوصیات:

چوتھی صدی ہجری میں عربی نثر اپنے ابتدائی وارتقائی مراحل طے کرنے کے بعد نقطۂ عروج کو پہنچ چکی تھی۔ اس کے اندر وہ تمام اوصاف اور خوبیاں ابھر کر سامنے آگئی تھیں جو کسی نثر کے فنی نمونے کے لیے ناگزیر ہوا کرتی ہیں۔ چوتھی صدی ہجری میں عربی نثر نگاری کے اندر کچھ ایسی نمایاں خوبیاں پیدا ہوئیں جن کے بنا پر یہ عہد گذشتہ زمانوں سے ممتاز اور منفرد ہو جاتا ہے وہ تمام نثری خصائص اور فنی محاسن جن کی پہلی، دوسری، تیسری ہجری میں ایک جھلک ملتی ہے اس صدی میں پہنچتے پہنچتے کمالی صورت اختیار کر لیتی ہیں ابن عمید، خوارزمی، بدیع الزماں جیسے بلندپایہ صاحب طرز انشاء پرداز اسی دور کی پیداوار ہیں۔

اس دور کی نثر نگاری میں پہلی چیز جو نظر آتی ہے وہ یہ کہ صنائع وبدائع کی طرف بہت زیادہ توجہ دی گئی۔ ان کے استعمال میں سابقہ حدود وپابندیوں کی رعایت نہ کرتے ہوئے اسراف اور مبالغے کی سرحدوں سے بھی آگے نکلنے کی کوشش کی گئی۔ بلاغت کے مختلف اصولوں توریہ، موازنہ، مطابقہ اور جناس وغیرہ کا لحاظ کیا گیا۔ محسنات لفظیہ اور محسنات معنویہ کے اصول وضع کیے گئے۔ ہر طرح کے رسائل اور تصنیفات میں مسجع بندی کے اصولوں کا پورا لحاظ کیا گیا۔ یہاں تک کہ مناظر اور دینی مسائل کے افہام وتفہیم کی غرض سے لکھے جانے والے خطوط کی عبارت بھی مسجع ہوتی۔ اس دور کے انشاء پرداز ہر قسم کے موضوعات میں مسجع کے اصولوں کی مکمل پابندی کی گئی۔ چنانچہ بدیع الزماں ہمدانی، ابوبکر خوارزمی اور شریف رضی کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابو حیان توحیدی کی تحریروں میں بھی یہ خصوصیت پوری طرح جلوہ گر نظر آتی ہے۔

اس دور میں دوسری اہم تبدیلی یہ ہوئی کہ رسائل کی ابتداء عمدہ اشعار اور چیدہ امثال سے ہونے لگی، جس طرح کہ شروع کے ادوار میں لوگ رسائل کی ابتداء حمد و سلام سے کرتے تھے اور اختتام بھی "السلام علیکم" پر کرتے تھے۔ اس دور میں بہترین اشعار نے اس کی جگہ لے لی۔ ابتداء اور انتہا دونوں ہی اشعار کے ذریعہ ہونے لگی۔ اشعار کے انتخاب میں اس بات کی رعایت رکھی جاتی کہ وہ خط کے اندر مذکورہ موضوع اور مفہوم سے متعلق ہوں۔

تیسری اہم تبدیلی یہ ابھر کر سامنے آئی کہ اس دور کے انشار پردازوں نے شاعری کے اصناف سخن غزل، مدح، ہجو، فخر اور وصف نگاری کو نثری موضوعات میں تبدیل کر دیا۔ اور پھر اس طرح نثر کے اندر شاعری کی تمام تر خصوصیات استعارہ کنایہ، تشبیہ اور خیال آفرینی کے عناصر داخل ہوتے گئے۔ اس دور کے فنی ادب میں صرف نثر و شاعری کے موضوعات ہی نہیں بلکہ تمام ہی عقلی علوم فلسفہ، منطق، علم کلام، فقہ، مذہبی علوم اور تصوف وغیرہ کے موضوعات بھی نثری ادب کا حصہ بننے لگے۔ اس دور کے منطقیوں اور فلاسفہ نے منطق و فلسفہ کے وقیع مسائل اور تصوف اور طریقت کے گنجلک اصولوں کو ادبی پیرائے میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

ابو حیان کی نثر نگاری:

ابو حیان توحیدی کے نثری نمونوں میں ان تمام تغیرات اور تبدیلیوں کا اثر نمایاں طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ اس نے مختلف عقلی و نقلی علوم کو خالص ادبی انداز میں پیش کیا۔ ابو حیان کو زبان و بیان پر قدرت کاملہ حاصل تھی۔ اس کے پاس موقع و محل کے اعتبار سے مؤثر الفاظ اور دلنشیں ترکیبوں کا اتھاہ ذخیرہ تھا۔ اس کے دل میں جو کوئی خیال بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیدا ہوتا، وہ اپنے اظہارِ بیان میں سہل، مؤثر اور ترقی یافتہ اسلوب کو اختیار کرتا۔ اس کے ساتھ ساتھ کلام کے فنی حسن و جمال پر بھی گہری نظر ہوتی۔ وہ محبت و دوستی کے خیالات کو نہایت ہی جامع، مؤثر اور ادبی زبان میں گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"وما من احد الا وله في العين حصة؛ لانه لا يخلو احدٌ من جارٍ او معاملٍ او حميم، او صاحب، او رفيق او مسكن او صديق او اليف او ولي او خليط كما لا يخلو ايضا من عدو او كاشح، او مداج او مكاشف، او حاسد، او شامت او منافق، او منافر، او معاند او مخزل او فصل، او فعل"[۲۸]

اس ادبی شہ پارے سے ابوحیان توحیدی کے زبان اور بیان پر غیر معمولی قدرت اور مترادفات کے استعمال میں کامل مہارت کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ وجدانی قوت اور فطری صلاحیت ہے جس سے اکثر انشاء پرداز محروم رہتے ہیں۔ اسی طرح اس نے دوستی و عشق اور دوستی و رشتہ داری کے درمیان موجود لطیف فرق کو نہایت ہی ادبی انداز میں بیان کیا ہے:

"مناغاة الصديق اعيت بالجهود واتت على العواد من مغازلة المعشوق، وذلك تفزع بحديث المعشوق الى الصديق ولا تفزع بحديث الصديق الى المعشوق"[۲۹]

زبان و ادب کے طالب علم کو اس طرح کے فصیح و بلیغ عبارتوں، دل کش و حسین اندازِ بیان اور سہل و مؤثر اسلوب سے بہت کم واسطہ پڑتا ہے۔ ابوحیان ہی ہے جو علم کے ہر موضوع میں عربی نثر نگاری کے فنی محاسن، تعبیرات کی جدت آفرینی اور مترادفات کی بوقلمونی کی سیر کراتا ہے۔ وہ الفاظ و معانی کے باہم حسن امتزاج سے کلام کے اندر ایسا جادو جگاتا ہے کہ قاری اس کی سحر انگیزی اور اثر آفرینی میں کھو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کھو جاتا ہے۔ اس کی تحریروں کو پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ان کے اندر الفاظ و معانی کا ایک امنڈتا ہوا طوفان موجود ہو۔ اس نے فلسفہ، علم کلام، تصوف اور منطق جیسے خشک و دقیق موضوعات کو ایسے شیریں الفاظ، اور سہل اسلوب میں بیان کر دیا ہے کہ قاری کو اس کا احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ فلسفہ و تصوف کا مطالعہ کر رہا ہے یا کسی ادبی شہ پارے سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔

شعر و شاعری: چوتھی صدی ہجری کے انشا پردازوں کی ایک نمایاں خصوصیت یہ بھی رہی ہے کہ ان کی اکثریت نثر نگاری کے ساتھ ساتھ شعر و شاعری سے بھی واقف ہوتی تھی اور فنکار موقعہ و محل کے اعتبار سے جو چیز زیادہ موثر ہوتی اسی فن میں اپنے خیالات و تاثرات کا اظہار کرتا۔ شاعری و نثر نگاری باہم ایک دوسرے سے اس حد تک مل گئے تھے کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ شعر اس دور میں کسی حد تک نثر ہی کا ایک جز بن چکا تھا اس دور کے دیگر ادباء کی طرح ابوحیان کے اشعار بھی ملتے ہیں[۵۹] لیکن اس کی حیثیت نہیں کے برابر ہے۔ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ کسی آدمی کے اندر بیک وقت نظم و نثر کا یکساں ملکہ ہو، بلکہ فطری طور پر آدمی ایک میدان میں آگے بڑھا ہوا ہوگا۔ اسی طرح ابوحیان توحیدی اصلاً ادیب تھا اور یہ بات بھی تقریباً معروف و مشہور ہے کہ اس کے اساتذہ میں کوئی اچھا اور بلند پایہ شاعر نہ تھا۔ اس کے اساتذہ میں سے یحییٰ ابن عدی اور ابو سلیمان المنطقی کبھی کبھار ایک دو اشعار کہہ لیا کرتے تھے جن کا فنی و ادبی اعتبار سے کوئی مقام یا رتبہ نہ تھا[۶۰] اسی طرح معتبر تاریخی سیرتوں میں اس بات کا کوئی قطعی ثبوت نہیں ملتا کہ وہ شاعر تھا۔ "الامتاع" میں مذکور ہے کہ ابن العارض نے ان سے ایک یا دو شعر سنانے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی درخواست کی تو اس نے یہ کہتے ہوئے سنانے سے انکار کر دیا:

"لست كن الشعر والشعراء طى مستىٔ واكره ان اخطو على وحف واحتى غير محض"

الصداقة والصديق میں کچھ ایسے اشعار کا ذکر ہے جن کا سیاق کلام اس خیال کی تصدیق کرتا ہے کہ یہ اشعار اسی کے ہیں:

أن كنت تطلب فضلا   اذ ذكرت د مجدا
فكن بعدك خلاً   وكن لخليلك عبدا [۵۲]

اسی طرح ایک دوسرے موقعہ پر اس نے اپنے کسی دوست کو نصیحت کرتے ہوئے چند اشعار کہا ہے:

لا تجعلن بعد دارى   محستاً نصيبى
مغرب متخص بعيد   امى النوا وتحريب
ورب شخص تربت   ما اليك غير حبيب
ما البعد والقرب الا   ما كان بين القلوب [۵۳]

ڈاکٹر کرد علی نے اپنی کتاب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ابو حیان موسیقی و غنائیہ اشعار میں بھی دلچسپی لیا کرتا تھا۔ اور اس کی طرف چند غزلیہ اشعار کو بھی منسوب کیا ہے:

يا صاحبى وعا الملام واقصرا
ترك الرهوى يا صاحبتى حنشارة
كم لمت قلبى كى يفيق فقال لى
لجّت يمين ما لها كفّارة
الا افيق ولا افتر لحظة

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کھوجاتا ہے۔ اس کی تحریروں کو پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ان کے اندر الفاظ و معانی کا ایک امنڈتا ہوا طوفان موجود ہو۔ اس نے فلسفہ، علم کلام، تصوف اور منطق جیسے خشک و دقیق موضوعات کو ایسے شستہ الفاظ اور سہل اسلوب میں بیان کر دیا ہے کہ قاری کو اس کا احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ فلسفہ و تصوف کا مطالعہ کر رہا ہے یا کسی ادبی شہ پارے سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔

شعر و شاعری: چوتھی صدی ہجری کے انشا پردازوں کی ایک نمایاں خصوصیت یہ بھی رہی ہے کہ ان کی اکثریت نثر نگاری کے ساتھ ساتھ شعر و شاعری سے بھی واقف ہوتی تھی اور فنکار موقعہ محل کے اعتبار سے جو چیز زیادہ موثر ہوتی اسی فن میں اپنے خیالات و تاثرات کا اظہار کرتا۔ شاعری و نثر نگاری باہم ایک دوسرے سے اس حد تک مل گئے تھے کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ شعر اس دور میں کسی حد تک نثر ہی کا ایک جز بن چکا تھا اس دور کے دیگر ادباء کی طرح ابوحیان کے اشعار بھی ملتے ہیں [۵۰] لیکن اس کی حیثیت نہیں کے برابر ہے۔ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ کسی آدمی کے اندر بیک وقت نظم و نثر کا یکساں ملکہ ہو، بلکہ فطری طور پر آدمی ایک میدان میں آگے بڑھا ہوا ہوگا۔ اسی طرح ابوحیان توحیدی اصلاً ادیب تھا اور یہ بات بھی تقریباً معروف و مشہور ہے کہ اس کے اساتذہ میں کوئی اچھا اور بلند پایہ شاعر نہ تھا۔ اس کے اساتذہ میں سے یحییٰ ابن عدی اور ابوسلیمان المنطقی کبھی کبھار ایک دو اشعار کہہ لیا کرتے تھے جن کا فنی و ادبی اعتبار سے کوئی مقام یا رتبہ نہ تھا [۵۱] اسی طرح معتبر تاریخی سیرتوں میں اس بات کا کوئی قطعی ثبوت نہیں ملتا کہ وہ شاعر تھا۔ "الامتاع" میں مذکور ہے کہ ابن العارض نے ان سے ایک یا دو شعر سنانے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی درخواست کی تو اس نے یہ کہتے ہوئے سُنانے سے انکار کر دیا:

" لست من الشعر والشعراء ولی مستغ وأكره ان اخطو على واحف وا حتى غير محف"

الصداقہ والصدیق میں کچھ ایسے اشعار کا ذکر ہے جن کا سیاق کلام اس خیال کی تصدیق کرتا ہے کہ یہ اشعار اسی کے ہیں:

أن كنت تطلب فضلا اذ ذكرت و مجدا

فكن بعدك خلاً وكن لخليلك عبدا [۵۲]

اسی طرح ایک دوسرے موقعہ پر اس نے اپنے کسی دوست کو نصیحت کرتے ہوئے چند اشعار کہا ہے:

لا تجعلن بعد داری مخستاً نصیبی

مغرب متخص بعید امی النوا و تحریب

ورب شخص تربت ما الیك غیر حبیب

ما البعد والقرب الا ما كان بين القلوب [۵۳]

ڈاکٹر کرد علی نے اپنی کتاب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ابو حیان موسیقی و غنائیہ اشعار میں بھی دلچسپی لیا کرتا تھا۔ اور اس کی طرف چند غزلیہ اشعار کو بھی منسوب کیا ہے:

یا صاحبی وعا الملام واقصرا

ترك الرهوى یا صاحبتی حنشارة

كم لمت قلبی كی یفیق فقال لی

لجّت یمین ما لها كفّارة

الا افیق ولا افتر لحظة

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

أن أنت لم تعشق فانت حجارة

الحب أول ما يكون بنظرة

فكن الحقائق بعد أوه بغض اسهمه

لیکن یہ اشعار اس قدر سوقیانہ اور عوامی ہیں کہ ابوحیان جیسے بلند پایہ صاحب فکر ادیب کی طرف ان کا انتساب محل نظر ہے۔ چنانچہ عبدالرزاق محی الدین نے مختلف تاریخی شواہد کی روشنی میں ابوحیان کی طرف ان کے انتساب سے انکار کیا ہے۔

تصنیفات: ابوحیان توحیدی کا شمار ان مصنفین میں ہوتا ہے جنھوں نے مختلف علمی و تحقیقی موضوعات پر قلم اٹھایا اور اس موضوع کا حق ادا کر دیا۔ ابوحیان توحیدی کی تصانیف کی فہرست بہت طویل ہے جن میں سے بیشتر دستبرد زمانہ کے نذر ہو گئیں۔ اُن کی تصانیف میں سے بہت کم کا پتہ چل سکا ہے اور ان میں سے بھی اب تک صرف چند کتابیں ہی زیور طباعت سے آراستہ ہو سکی ہیں۔ ذیل میں ان کی چند کتابوں کا تعارف پیش خدمت ہے۔

الامتاع والموانسہ: یہ ایک ضخیم ادبی تصنیف ہے۔ سب سے پہلے اس کتاب کے قلمی نسخے کو مرحوم احمد ذکی پاشا نے مکتبہ "طوب قبوسائی" میں دیکھا۔ اور اس کی فوٹو کاپی لے کر قاہرہ آئے۔ اسے اپنے خاص لائبریری میں محفوظ رکھا، اس کے فہرست کو درست کیا، اسماء اعلام کو ترتیب دیا۔ شاید وہ اس کو ایڈیٹ کر کے شائع کرنے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن یہ نسخہ ان کی لائبریری ہی میں تھا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ سید احمد کمال جلانی نے اسے خرید کر دار الکتب مصریہ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۳۷ء اور دوسری مرتبہ ۱۹۴۴ء میں الجنۃ التالیف الترجمہ والنشر، کے تحت ڈاکٹر احمد امین اور مرحوم احمد الزین کی نگرانی میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب تین جلدوں پر مشتمل ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور شروع دور کی تصنیف ہے جب کہ اس کے اوپر یاسیت و قنوطیت کا غلبہ زیادہ نہ تھا۔

اس کتاب کا شمار ابوحیان توحیدی کی چند معرکۃ الآرا ادبی تصانیف میں ہوتا ہے۔ یہ ایسی تصنیف ہے جس پر وہ جتنا بھی فخر کرے کر سکتا ہے۔ اس کے اندر جدید معلومات اور غیر معمولی قوت یادداشت کی جھلک ملتی ہے۔ یہ ابن عارض کے ساتھ ہونے والے علمی و ادبی سوالات و جوابات کا مجموعہ ہے۔

وجہ تالیف: اس کتاب کی تالیف کا سبب اس کا محاسن اور دوست ابوالوفا ہندسی تھا۔ در در کی ٹھوکریں کھانے اور مسلسل ناکامیوں کا سامنا کرنے کے بعد ابوالوفا ہی کے ذریعہ مشہور بُویہی وزیر ابن سعدان کی قربت ملی۔ وزیر نے اسے اپنے مصاحبوں میں شامل کر لیا۔ ابن سعدان ابوحیان کے ساتھ شبینہ محفل منعقد کیا کرتا تھا۔ ابن سعدان مختلف موضوعات پر سوالات کرتا اور ابوحیان ان کا علمی و تحقیقی جواب دیتا۔ پھر ابوالوفا کی خواہش پر اس نے ان تمام سوالات و جوابات کو ایک جگہ یکجا کر دیا۔

موضوع اور مضمون: "الامتاع والموانسۃ" بھی الف لیلیٰ کے طرز پر لکھی گئی ایک کتاب ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ الف لیلہ ایک ہزار راتوں پر مشتمل ہے اور "الامتاع" صرف چالیس راتوں پر۔ الف لیلہ میں زیادہ تر افسانوی واقعات اور عشق و محبت کی داستانیں ہیں جبکہ الامتاع کے مباحث سیاسی، عقلی، فکری اور واقعاتی ہیں۔ ابن سعدان، ابوحیان سے علم و ادب، فلسفہ و مذہب، تصوف و طریقت، سیاست و حکومت اور مختلف مشہور تاریخی و علمی شخصیات کے متعلق سوالات کرتا ہے توحیدی ان سوالات پر غور کر کے اپنے خیالات کو پیش کرتا ہے۔ ابوحیان کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ جوابات انتہائی عالمانہ اور بڑے ہی سنجیدہ ہیں جس سے ابن سعدان اور ابو حیان توحیدی دونوں ہی کی ذہانت اور عبقریت کا پتہ چلتا ہے۔ بالعموم گفتگو کی ابتدا ابن سعدان کی طرف سے ہوتی ہے اور گفتگو کے خاتمے پر وہ ابوحیان سے کوئی اچھا سا شعر یا اس گفتگو کے حسب حال کوئی لطیفہ سنانے کی فرمائش کرتا ہے۔ اس کے زیادہ تر مباحث بغداد اور وہاں کی شخصیات سے متعلق ہیں۔ اس کتاب کے ذریعہ عہد بویہی کے ثقافت و کلچر، اس زمانے کی عقلی وعلمی سرگرمیوں، فلسفہ وعلم کے میدان میں ہونے والی ترقیوں کا علم ہوتا ہے۔ اس کتاب میں اس دور میں ہونے والے علمی مناظروں کی بھی ایک جھلک ہے۔ اخوان الصفا کے بارے میں کچھ اہم انکشافات ہیں۔ اس کتاب میں مختلف موضوعات زیر بحث آتے ہیں۔ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد توحیدی کے علم وفضل اور ادب و انشار کی داد دیے بغیر نہیں رہا جا سکتا۔

ترجمہ نگاروں کے درمیان یہ امر مختلف فیہ ہے کہ "الامتاع" کس کی فرمائش پر لکھی گئی، عام رجحان یہی ہے کہ یہ کتاب ابوالوفار کی فرمائش پر لکھی گئی۔ اور یہ خیال بہت حد تک درست ہے۔ لیکن ڈاکٹر کرد علی اور صاحب "اخبار العلمار باخبار الحکمار" نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے اپنے خیال کا اظہار کیا ہے کہ یہ کتاب "ابوالوفار" کے لیے نہیں بلکہ ابوسلیمان منطقی کے لیے لکھی گئی۔ ان کا خیال ہے کہ:

"ابوسلیمان ایک چشمہ تھے، ان کے جسم پر سفید داغ تھے، وہ زیادہ تر سوسائٹی سے الگ تھلگ اپنے گھر میں گوشہ گیر رہتے۔ اس کے پاس صرف وہی لوگ آتے جو اس چشمہ علم وعرفاں سے سیراب ہونا چاہتے۔ ابوسلیمان کو حکومت کے حالات و حوادث سے دلچسپی تھی اور وہ ان سے باخبر رہنا چاہتے تھے اور ابوحیان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

توحیدی اس کے خاص شاگردوں میں تھا۔ اور وہ امرار کی محفلوں میں جاتا رہتا۔ اس لیے اسے ہر قسم کے حالات سے واقفیت ہوتی رہتی اور جب کوئی نئی خبر معلوم ہوتی اپنے استاد تک پہنچا دیتا اور اس مقصد کے تحت اس نے "الامتاع والموانستہ" لکھی۔

لیکن مندرجہ ذیل دلائل کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب ابوالوفا ہی کے لیے لکھی گئی۔

۱۔ الامتاع والموانستہ میں ابوسلیمان پر چند سخت تنقیدیں موجود ہیں۔ اگر سلیمان کے لیے لکھی گئی ہوتی تو اس میں یہ تنقیدیں نہ ہوتیں یا ان کا لب ولہجہ نرم ہوتا۔

۲۔ الامتاع میں کثرت سے ابوسلیمان کے اقوال درج کیے گئے ہیں۔ اگر وہ خود اس کے لیے تحریر کی گئی ہوتی تو خود سلیمان کو اس کے اقوال سنانے کی کیا ضرورت۔

۳۔ الامتاع میں ابوحیان اس شخص سے صلہ کا بھی طالب ہے جس کے لیے اس نے کتاب لکھی جب کہ ابوسلیمان کے افلاس کا حال یہ تھا کہ وہ اپنے مکان کا کرایہ بھی بمشکل ادا کر پاتے تھے۔ ایسے شخص سے اسے کسی صلہ کی کیا امید ہوسکتی تھی۔ اس کے بالمقابل ابوالوفا نہایت بلند پایہ شخص تھا، وزیر اعظم سے بہت قریب تھا بڑے بڑے امرار سے اس کے تعلقات تھے۔ اس طرح ابوالوفا اس پوزیشن میں تھا کہ اس سے صلہ کی امید کی جاسکتی تھی۔

الصداقتہ والصدیق: جیسا کہ اس کے نام ہی سے ظاہر ہے یہ کتاب دوستی اور دوست کے موضوع پر ہے۔ دوست اور دوستی کے مختلف اقسام وانواع پر جس قدر مواد فراہم ہوسکتا ہے اس میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

موجود ہے۔ اخوانیات اور الفت ومحبت کے موضوع پر اس سے بہتر اور کوئی کتاب نہیں ہے۔ دوستی کے مختلف معیار ونظریات کے سلسلے میں احادیث رسولؐ اقوال صحابہؓ اور قدیم علمی وتاریخی شخصیات کے زریں اقوال سے مدد لی گئی ہے۔

اس کتاب میں توحیدی نے حقیقی دوستی اور مطلب پرست دوستی پر کھل کر بحث کی ہے۔ پہلی بار یہ کتاب ۱۳۰۱ھ میں قسطنطنیہ سے شائع ہوئی۔[۵۵] جہاں یہ کتاب بہت ساری خوبیوں کی حامل ہے وہاں ایک نقص بھی ہے۔ وہ یہ کہ یہ کتاب نظم وترتیب سے محروم ہے۔ اس کتاب میں ان اسباب وعلل کی طرف تفصیل سے اشارہ کیا گیا ہے جن سے مودت واخوت کی جڑیں کٹتی ہیں اس طرح ان اسباب کی نشاندہی بھی کی گئی ہے جن سے محبت ودوستی کا پودا پروان چڑھتا ہے۔

اس کتاب کا مخطوطہ "آستانہ" کے مکتبہ "یاصوفیا" میں غیرضروری کتابوں کے ساتھ پڑا ہوا تھا۔ ایک طویل عرصے تک کسی مستشرق نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ سب سے پہلے ڈاکٹر محمد بن تاویت الطنجی جامعہ عربیہ کی جانب سے "دار آستانہ" کچھ قیمتی کتابوں کی تصویریں لینے لگے۔ وہاں انھوں نے یہ کتاب دیکھی اور اس کی تصویر لے لی۔ پھر قاہرہ واپس آنے کے بعد اس کتاب کا مطالعہ کیا۔ پھر اس کی اہمیت وافادیت پر روشنی ڈالی۔ اس کتاب سے ابوحیانؒ توحیدی اور مسکویہ کی زندگیوں کے مختلف گوشوں پر روشنی پڑتی تھی۔ چنانچہ پہلی بار یہ کتاب ڈاکٹر احمد امین اور احمد الصقر کے حواشی وتعلیقات کے ساتھ ۱۹۵۱ء میں قاہرہ سے شائع ہوئی۔

الہوامل والشوامل: یہ کتاب دراصل دو جلیل القدر مؤلفوں کی معرکۃ الآراء تصنیف ہے۔ ابوحیان توحیدی کے سوالات ہیں جن کو "الہوامل" کا نام دیا گیا ہے۔ ابن مسکویہ کے جوابات ہیں

© rasailojaraid.com